© rasailojaraid.com

معماروں میں فقہاء و اصولیین، اسلامی عمرانیات کے مسلم مفکرین اور یونانی فکر کے اسلامی ناقدین پر گفتگو کی گئی ہے، اسی باب کی تیسری فصل میں تجدید واحیاء دین میں فکر اسلامی کے کردار اور اس کے عناصر کے ذریعہ کار تجدید کی انجام دہی سے بحث کرتے ہوئے تاریخی شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ باب سوم میں ہندوستان میں فکر اسلامی کے ارتقائی سفر کا مطالعہ کیا گیا ہے اور یہاں کے اہم اسلامی مفکرین اور ان کے افکار وآراء کا ناقدانہ تجزیہ کیا گیا ہے۔

باب چہارم میں ہندوستانی مسلم اقلیت کے عروج واستحکام میں فکر اسلامی کے کردار سے بحث کی گئی ہے، فکر اسلامی کی راہ میں مزاحم قوتوں اور رکاوٹوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور آخر میں مسلم مفکرین کی تحریروں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ (انھوں نے جا بجا مسلمانوں کے لیے اقلیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ راقم کو اس سے اختلاف ہے) اس باب میں مصنف نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اپنا حاصل مطالعہ پیش کیا ہے، البتہ متعدد مقامات پر تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ ہندوستان میں فکر اسلامی کے ارتقاء وتحفظ کے ضمن میں دعوتی کوششوں پر تفصیلی بحث ہوتی اور ان کا ناقدانہ جائزہ لیا جاتا، مدارس اسلامیہ کے کردار پر مثبت روشنی ڈالی جاتی اور ان کا احتساب کیا جاتا، اس لیے کہ ہندوستان، بلکہ برصغیر میں فکر اسلامی کی حمایت وحفاظت اور اس کے ارتقاء میں مدارس کا کردار مسلم ہے، بحث وتحقیق کے مخصوص علمی مراکز بھی موضوع بحث بنتے، مزاحمتی قوتوں سے بحث کرتے ہوئے اس پہلو سے بھی غور کیا جاتا کہ اس ملک میں مسلمانوں کے زوال کی ایک وجہ دانش وروں کی مختلف فیہ 'دانش وری' ہے، ان کی جانب سے فکر اسلامی پر بحث کرتے ہوئے ان لادینی عناصر کا داخل کر دینا بھی ایک سبب ہے جن کا فکر اسلامی کی روح وتاریخ سے کوئی تعلق نہیں۔ راقم السطور کے نزدیک مزاحمتی طاقتوں کا ذکر کرتے ہوئے شیعیت سے بھی علمی بحث ہونی چاہیے، کیوں کہ میرے خیال میں یہ وہ قوت ہے جو ہمارے درمیان رہ کر بھی سب سے بڑی مزاحمتی قوت اور فکر اسلامی کی راہ میں ضرر رساں اور روڑا رہی ہے۔ تاریخی تسلسل اور عصری مشاہدات ثابت کرتے ہیں کہ اس مزاحم قوت کو فکر اسلامی کا غلبہ قطعاً منظور نہیں، بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلطنت فارس کی عظمت وسطوت کی تشکیل جدید اس کا منشا ہے۔ مصنف نے روایتی مذہبیت کے ضمن میں اس جانب لطیف اشارہ کیا ہے، جب کہ یہ موضوع تفصیل کا طالب ہے۔ یہ بحث مصنف سے جزئی اختلاف کے ساتھ بڑی دل چسپ اور مبنی بر حقیقت ہے اور دعوت فکر وعمل دیتی ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کی ابتدائی سطریں اپنے ابہام وغموض کے سبب منفی فکر کی حامل نظر آتی ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جس روایت پرستی کا موصوف نے ذکر کیا ہے، اس سے ہمارے ناقص مطالعہ و مشاہدے کی حد تک بہت کم لوگ دامن بچا پاتے ہیں۔ ہماری مرجعیت کا محور صدی دو صدی کے اجتہادات ونظریات اور تحریکات کے بانیان ہی قرار پاتے ہیں۔ ان ہی کے نظریات کے دفاع میں ہماری فکری توانائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ کاش ہم ان سے بچ بچا کر کبھی فکر اسلامی کے اولین حاملین کو اپنے فکر ونظر کا موضوع بناتے، وہیں سے روشنی حاصل کرتے اور اسی روشنی کو معیار بنا کر ماضی قریب کے مفکرین کے نظریات کو جانچتے، پرکھتے تو شاید اس جماعتی عصبیت سے نجات مل جاتی جس کی طرف فاضل مصنف نے اشارہ کیا ہے۔

حاصل بحث میں مصنف نے کتاب کا خلاصہ درج کر دیا ہے۔ اس سے ان کی عرق ریزی کا پتہ ملتا ہے، قوتِ تفکیر کو جلا ملتی ہے، غور وفکر کے نئے موضوعات سامنے آتے ہیں اور قوت عمل کو تحریک ملتی ہے۔ اس خلاصہ میں مصنف نے بعض ان موضوعات کا ذکر کیا ہے جو طوالت کے سبب شامل کتاب نہیں کیے گئے، یا کتاب کا مختصر حجم ان کا متحمل نہیں تھا۔ امید ہے، آئندہ ایڈیشن میں وہ ضرور قابلِ قدر اضافہ کریں گے۔

کتاب میں جا بجا پروف کی غلطیاں سخت تکلیف دہ ہیں۔ کتاب کی زبان علمی اور جا بجا ادبی ہونے کے ساتھ ثقیل بھی ہے۔ بسا اوقات اردو کو بوجھل کرنے والی غیر صحیح یا غیر فصیح لفظیات بھی مستعمل ہیں۔ بہر حال کتاب بہ حیثیت مجموعی قابل قدر، لائق استفادہ اور اپنے موضوع پر بھر پور و مدلل ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اس سے استفادہ کریں گے اور اس سے ان کے فکر ونظر کو جلا ملے گی۔

(محمد طارق ایوبی ندوی)

© rasailojaraid.com